اسلام کا قانون وراثت

تحریر:- پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر پبلک لائبریریز' پنجاب

قانون وراثت اسلام سے قبل

انسانی تمدن کے احیاء' بقا اور استحکام کا تعلق طریق وراثت کے ساتھ وابستہ ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام میں انتقال جائیداد یا حصول جائیداد کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ جن میں وصیت کے ذریعے وراثت کا حصول ایک قدیم ترین طرز عمل ہے۔ جن میں وصیت کے ان طریقہ ہائے کار میں عموماً یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ جائیداد کا مالک خود بہتر سمجھتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اسے کس طور پر اور کن کے درمیان تقسیم ہونا چاہئے۔ یوں اس طریق کار سے ظلم اور بے انصافی کی روایت مدتوں مختلف زمانوں میں جاری و ساری رہی۔ اسلامی قانون سے قبل اہل روما کے قانون وراثت کو بہت شہرت حاصل ہے اور آج بھی بہت سے یورپی ممالک کے قوانین کا ماخذ یہی اہل روما کا قانون ہے۔ قانون روما بھی بنیادی طور پر وصیت کے طریق کار کو اپنایا گیا لیکن اگر کوئی فرد بغیر وصیت کئے دنیا سے رخصت ہو جاتا تو ایسی صورت حالات میں اس کا ترکہ جدی اشخاص کو منتقل ہوتا تھا۔ ان میں حقیقی اولاد کو فوقیت ہوتی تھی اور ان کی عدم موجودگی میں یہ حصہ بھائیوں اور چچاؤں میں بھی منتقل ہو جاتا تھا۔ مگر اس قانون روما کے تحت وراثت میں آزاد شدہ اور تبنیت میں دیئے ہوئے بیٹے وراثت سے محروم ہو جاتے تھے۔ وہ بیٹیاں جن کے نکاح ہو جاتے اور وہ شوہر کے زیر اختیار زندگیاں بسر کرتیں' انہیں بھی والد کی جائیداد میں سے کوئی حصہ وصول نہیں ہوتا تھا۔ متوفی کے ورثا میں سے خواتین کو حصہ نہیں ملتا تھا سوائے حقیقی بہنوں کے جنہیں ایک درجے میں وراثت میں شریک تصور کیا جاتا تھا۔ اہل روما کے اس قانون وراثت میں بہت سی اصلاحات ہوئیں۔ بالخصوص پریٹر اور جسٹینین نے وراثت کے قدیم رومی اصولوں میں بہت سی تبدیلیاں کیں۔ وگرنہ اس سے قبل قانون روما میں وراثت کا حق محدود تھا جس کے باعث اصول نصف کا (Equity) کا اطلاق کیا جانے لگا۔

بعثت اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں وراثت کا جو طرز عمل جاری تھا' اس میں بھی کئی طرح کی ناانصافیوں کو رواج دیا گیا تھا۔ ایک طرف تو انسانی تذلیل کے کئی مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں انسانوں کو غلام بنانے اور ان پر تشدد کرنے کے واقعات ہیں' دوسری طرف لڑکیوں کی پیدائش کو معیوب سمجھنا اور یہاں تک نفرت کا اظہار کرنا کہ انہیں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کی روایات ملتی ہیں۔ تیسری طرف یتیموں کے اموال کو ناحق اپنے تصرف میں لانے کا رجحان بھی دکھائی دیتا ہے۔ چوتھی طرف عورتوں کے ساتھ نازیبا طرز عمل کئی غیر اخلاقی صورتیں اختیار کر گیا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی خرید و فروخت تک کو جائز تصور کر لیا گیا تھا۔ قانون وراثت میں ترکہ صرف ان مردوں میں تقسیم ہوتا تھا جو مکمل جوان اور میدان جنگ میں لڑنے کے قابل ہوتے تھے۔ عورتیں' بچے اور بوڑھے میراث سے کلیتاً محروم رہتے تھے۔ غلاموں' بیواؤں اور یتیموں کے لئے دادرسی کو کوئی قانون موجود نہیں تھا۔ وراثت کے اعتبار سے یہ وہ حالات تھے جن میں شریعت اسلامیہ نے ایک ہمہ گیر اور آفاقی ضابطہ وراثت عطا کیا۔

اسلام کا قانون وراثت تدریجاً نافذ ہوا

یاد رہے کہ اسلامی وراثت کے یہ اصول بھی اسلام کے بہت سے دوسرے ضوابط اور قوانین کی طرح ایک اصول تدریج دے گزرے ہیں اور ان میں بھی ناسخ منسوخ کی ایک جزوی کیفیت موجود ہے۔ ابتدائے اسلام میں

وصیت کا اصول کار فرما رہا۔ ہر شخص اپنی زندگی میں وصیت کے ذریعے اپنے وارثوں کے حصے اور حقوق متعین کر دیتا تھا لیکن اس میں اس کی انفرادی پسند ناپسند شامل ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں وراثت کا یہ ابتدائی ضابطہ بیان کیا گیا ہے:

"کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین و الاقربین بالمعروف حقا علی المتقین فمن بدله بعد ماسمعهٗ فانما اثمه علی الذین یبدلونه ان الله سمیع علیم فمن خاف من موص جنفا اواثما فاصلح بینهم فلا اثم علیه ان الله غفور رحیم۔" (البقرۃ ۱۸۰۔۱۸۲)

"تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ پیچھے مال چھوڑ رہا ہو' تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے۔ یہ حق ہے متقی لوگوں پر۔ پھر جنہوں نے وصیت سنی اور بعد میں اسے بدل ڈالا تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہوگا۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ البتہ جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے نادانستہ یا قصداً حق تلفی کی ہے' تو وہ معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان اصلاح کردے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے' اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

سورہ بقرہ کے اس ابتدائی قاعدہ وصیت کے بعد سورہ نساء میں ایک مستقل ضابطہ وراثت پیش کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق مورث کو پابند کر دیا گیا کہ وہ ایک تہائی سے زیادہ وصیت کر سکتا جب کہ باقی ماندہ ترکے کے لئے مستقل اصول اور ضوابط مقرر کر دیئے گئے۔ یوں عہد جاہلیت کی زیادتیوں کا خاتمہ بھی کر دیا گیا۔ نیز وصیت میں ایک تہائی کی قید لگا کر صلہ رحمی کے جذبات کو بھی فروغ دیا گیا۔ مگر ایک تہائی جائیداد یا ترکے میں وصیت کی یہ گنجائش وارثوں کے علاوہ دوسرے اعزاء و اقرباء اور یتیموں اور مسکینوں وغیرہ کے لئے پیدا کی گئی جن کے حصص ذوی الفروض یا مقررہ حصہ داروں کے ذیل میں نہیں آتے ہیں۔ اہل سنت اسی ضابطہ وراثت پر عمل پیرا ہیں مگر اہل تشیع کے ہاں ایک تہائی وصیت کے اس ضابطے میں ذوی الفروض یا مقررہ حصہ داروں کو بھی شامل تصور کیا گیا ہے۔

وصیت کے ابتدائی احکام کے سلسلے میں سورۃ البقرۃ کے ایک دوسرے مقام پر بھی ایک تعلیم ملتی ہے مگر یہ تلقین بھی مستقل ضابطہ وراثت کے احکامات سے قبل کی ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کی رائے ہے:

"والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلاجناح علیکم فیمافعلن فی انفسهن من معروف والله عزیز حکیم۔" (سورۃ البقرۃ ۲۴۰)

تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں' ان کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان و نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں' تو اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے وہ جو کچھ بھی کریں' اس کی کوئی ذمہ داری تم پر نہیں ہے' اللہ سب پر غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔"

قانون وراثت کے چند ضابطے

سورۃ البقرہ میں وصیت کے یہ ابتدائی احکامات اس ظلم و زیادتی کے فوری مداوا کے لئے تھے جن کا رواج جاہلیت میں ایک عمومی حیثیت اختیار کر چکا تھا مگر مستقل ضابطہ وراثت کی وضاحت کے بعد وصیت کے اس حکم کو کئی ایک شرائط کے ساتھ پابند کر دیا گیا۔ جس کی تفصیلات ہمیں ذخیرہ حدیث اور اسوہ رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہیں۔

اولاً یہ کہ وصیت تحریری شکل میں ہونی چاہئے۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"جو شخص وصیت کرنا چاہتا ہے تو اسے دوراتیں بھی اسی حالت میں نہیں گزارنی چاہئیں کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو۔" (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ)

ثانی یہ کہ وصیت کی حد ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ مال میں نہیں ہو سکتی۔ رسول اکرم ﷺ ایک موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے اپنے سارے مال کی وصیت کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تو طویل گفتگو کے بعد آپ ﷺ نے صرف ایک تہائی مال کی حد تک وصیت کرنے کی تلقین کی۔ ایک دوسری روایت میں ان میں یہ کہا گیا کہ "ایک تہائی کی وصیت کرو اور یہ بھی بہت ہے۔" (سنن ترمذی کتاب الوصایا)

ثالثاً یہ متوفی (فوت شدہ شخص) کے ذمہ اگر کوئی اللہ کا حق واجب ہو جیسے حج' کفارہ' منت اور نذر وغیرہ جس کی وہ کسی شرعی

عذر کے باعث وصیت نہ کر سکا ہو تو اس کو پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ مرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا قرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے حق ادا کئے جائیں۔ یہ بات ورثا کے لئے روح تقوی سے بہت قریب تر ہے۔ مسلم شریف میں کتاب الوصیہ میں روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور وہ وصیت نہ کر سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ بات کرتی تو ضرور صدقہ کرتی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا 'ہاں"

رابعاً یہ کہ وصیت ذوی الفروض یا شرعی حقداروں اور وارثوں کے حق میں نہیں کی جا سکتی۔ اس ضمن میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد پیش نظر رہنا چاہئے جو آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا کہ

"اللہ بزرگ و برتر ہے' اس نے ہر صاحب حق کا حق مقرر کر دیا ہے لہذا اب وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں' البتہ متوفی کی حیات کے بعد وارث باہمی رضامندی سے ایسا کرنے کا حق رکھتے ہیں۔"

خامساً' وصیت کی حدود بہت وسیع ہیں۔ یہ غیر وارثوں' دور کے رشتہ داروں جو ذوی الفرض میں شامل نہیں ہیں' یتیم پوتوں' مسکینوں' رفاہی اداروں' دینی مدارس اور اعلائے کلمۃ الحق کے کسی کام کے بارے میں کی جا سکتی ہے۔ البتہ حرام مال کی وصیت یا کسی حرام کام کیلئے وصیت کوئی شرعی یا اخلاقی وجوب نہیں رکھتی۔ نیز ایسی وصیت کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف یا نقصان پہنچانے کا احتمال ہو شرعاً حرام ہے۔ وصیت شریعت میں معتبر نہیں ہے۔ وصیت کے احکامات کی مناسب تفصیلات کتب حدیث کے وصایا کے باب میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

وصیت کے احکامات کے ان تدریجی امور کے بعد شریعت نے وراثت کا ایک مستقل ضابطہ پیش کر دیا جسے بہت مستحکم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اسی ضابطے کی تفصیلات یوں بیان کی گئی ہیں:

"للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنسا نصيب مماترك الوالدان والا قربون مماقل منه اوكثرنصيبا مفروضا واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتمى والمسكين فارز قوهم منه وقولوا لهم قولا معروفا۔"(النساء ۷'۸)

"مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو' خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔"

ان دو مختصر آیات میں چھ وراثتی احکامات دیئے گئے ہیں:

۱۔ میراث میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں۔

۲۔ کم سے کم ترکہ کی صورت میں بھی میراث کو تقسیم ہونا چاہئے۔

۳۔ قانون وراثت منقولہ و غیر منقولہ ہر نوع کی جائیداد اور ترکے پر لاگو ہوگا۔

۴۔ مورث کے مال میں سے تجہیز و تکفین' قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد اگر کچھ بچے تو ورثا کے لئے حق وراثت پیدا ہوگا۔

۵۔ قریب ترین رشتہ دار یعنی ذی الفروض کے وراثتی حصوں کی ادائیگی کے بعد جو ترکہ بچے' اسے دور کے رشتہ داروں یعنی عصبات اور پھر ذوی الارحام میں بصورت گنجائش تقسیم کیا جائے گا۔

۶۔ میراث کی تقسیم کے موقع پر کنبہ یا خاندان کے محروم افراد بالخصوص یتیموں اور مساکین کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

قانون وراثت کے اس ابتدائی اور تمہیدی ضابطے کے بعد اس سورہ کی بعد کی آیات میں ذوی الفروض یعنی قریبی رشتہ داروں کے واضح حصص کو ان الفاظ میں متعین کر دیا گیا ہے۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ احکام میراث کے اہم ترین تمدنی ضوابط کو صرف چار پانچ آیات میں سمو دیا گیا ہے جن کی تفاصیل کے لئے دفاتر درکار ہیں:

"يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف ولابويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد فان لم يكن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث فان كان له اخوة فلامه السدس من بعد وصية يوصى بها او دين اباء كم و ابناء كم

لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا فریضة من الله ان الله کان علیما حکیما۔"

"ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بها او دین ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین و ان کان رجل یورث کلالة أو امراة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فهم شرکاء فی الثلث من بعد وصیة یوصی بها او دین غیر مضار وصیة من الله والله علیم حلیم۔" (النساء ۱۱، ۱۲)

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اگر (میت کی وارث) سے زائد لڑکیاں (ہی) ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے۔ اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہئے اور وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہو گی۔ یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے جبکہ وصیت جو میت نے کی ہو، پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہو ادا کر دیا جائے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون بلحاظ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کو جاننے والا ہے۔

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا اگر وہ بے اولاد ہوں، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے جبکہ وصیت جو انہوں نے کہ ہو، پوری کر دی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو، ادا کر دیا جائے اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حقدار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہو گا، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہو مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے۔ جبکہ وصیت جو کی گئی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے، بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو۔ یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ دانا و بینا اور نرم خو ہے۔"

سورہ نساء کی مذکورہ آیات میں ذوی الفروض کے تمام حصوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اسی سورہ میں آگے چل کر ان قاعدوں کی توثیق اور جاہلیت کے دوسرے طریقوں کی تردید کی گئی ہے:

"ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدن والاقربون والذین عقدت ایمانکم فاتوهم نصیبهم ان الله کان علی کل شئی شهیدا۔" (النساء: ۳۳)

"اور ہم نے ہر اس ترکہ کے حقدار مقرر کر دیئے ہیں جو والدین اور رشتہ دار چھوڑیں۔ اب رہے وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو ان کا حصہ انہیں دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔"

آیت مذکورہ میں جاہلیت کے اس قاعدہ میراث کی تنسیخ کی گئی ہے جس کے مطابق لوگوں میں بھائی چارے کے تعلقات قائم ہونے پر انہیں میراث کا حقدار تصور کیا جاتا تھا۔ اسی طرح منہ بولے بیٹے اور منہ بولے باپ کی وراثت کا تصور بھی ختم کر دیا۔ اب زندگی میں تو وقف بیع یا ہبہ کے تحت کوئی جائیداد غیر وارث کو دی جا سکتی ہے مگر موت کے بعد ترکے میں حقیقی وارثوں کے علاوہ کوئی دوسرا دعویدار نہیں ہو سکتا۔ سورہ مائدہ کی آیت ۱۰۶ اور ۱۰۸ میں وصیت کرنے والے کے لئے شہادت کا ایک معیار مقرر کیا گیا جس کے مطابق مسلمانوں کی جماعت میں سے دو صاحب عدل گواہ بنائے جائیں۔ البتہ حالت سفر میں وصیت کے موقع پر اور دو مسلمان گواہ موجود نہ ہوں تو غیر مسلموں میں سے دو گواہ لینے کی اجازت دی گئی۔ احکام میراث کی یہ قرآنی تعلیمات ۹ ہجری میں سورہ نساء کی آیت ۱۷۶ کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں جس میں کلالہ کے مسئلے پر وحی کے ذریعہ پوری

ہدایت دی گئی:

"یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ ان امرو ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک و ھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد فان کانتا اثنتین فلھما الثلثن مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا و نساء فلذکر مثل حظ الانثیین یبین اللہ لکم ان تضلوا واللہ بکل شئی علیم۔" (النساء ۱۷۶)

"لوگ تم سے کلالہ کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

واضح رہے کہ میراث کی اصطلاح میں کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جو ایک طرف لاولد ہو اور دوسری طرف اس کے باپ اور دادا بھی زندہ نہ ہوں۔

اسلامی قانون وراثت کی چند خصوصیات

ابھی تک احکام میراث کے سلسلے میں ہم نے قرآن مجید کے جن احکامات کی تفصیل پیش کی ہے۔ ان کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے تمدنی استحکام اور عائلی اور خاندانی نظام کی نشوونما کے لئے یہ ایسے ابدی اور فطری احکام میراث پیش کردیئے ہیں جن میں ان تمام ناانصافیوں کا ازالہ کردیا گیا ہے۔ جو اس سے قبل انسانی معاشروں میں پائے جاتے تھے۔ وراثت کا یہ علم اس قدر اہمیت اور فضیلت رکھتا ہے کہ شریعت میں اسے علم الفرائض کا ایک مستقل نام دیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس علم کو سیکھنے اور سکھانے کی تلقین کی ہے اور اسے نصف علم کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"علم تین ہیں اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زائد ہے ان میں پہلا آیات محکمات کا علم ہے۔ دوسرا سنت قائمہ کا اور تیسرا انصاف کے ساتھ میراث کی تقسیم کا ہے۔"

اسلامی ریاست کے لئے میراث کے ان قواعد اور احکام پر عمل درآمد کرانا بہت ضروری ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن خطابؓ نے ۱۸ ہجری میں شام کا ایک سفر اس غرض سے اختیار کیا کہ وہاں پر طاعون عمواس میں جو لوگ وفات پاگئے ہیں' ان کے ترکے کو میراث کے شرعی قواعد کے مطابق تقسیم کیا جاسکے۔ ہمارے محدثین اور فقہا نے اس علم پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور اس ضمن میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں' ان پر فتاویٰ اور اجتہاد کی صورت میں ایک عدیم المثال علم کی بنیاد رکھی ہے۔ ان امور سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے اور اسلامی تمدن کی نشوونما کے لئے احکام میراث اور اس پر عمل ایک ناگزیر صورت ہے۔ اسلامی قانون وراثت کی بہت سی خصوصیات اور امتیازات ہیں جن کا واضح نقشہ اس سے پہلے تاریخ میں دکھائی نہیں دیتا۔ ہم ان امتیازات کا بھی ایک مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

بعثت اسلام سے قبل مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں عورت کے وجود کو ناپاک اور کمتر تصور کیا جاتا تھا۔ میراث میں اس حصہ کا کیا بعض معاشروں میں وہ خود ترکہ کی ایک شئے تصور کی جاتی تھی۔ بزرگوں کے انتقال کے وقت خاندانی عورتوں کو بھی تسلیم کرلیا جاتا تھا اور اسے وہ تہذیب یا تمدن کے لئے کوئی معیوب امر تصور نہیں کرتے تھے۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو ہر حالت میں ترکے کا حقدار ٹھہرایا ہے کہ بلکہ ایک امتیاز یہ بھی عطا کیا کہ احکام میراث میں اس کے حصے کا تعین کرکے پھر دوسروں کے حصص کی بات رکھی گئی ہے۔ البتہ عورتوں کی مختلف معاشرتی حیثیتوں کے اعتبار سے ترکے میں ان کی نسبت مختلف رکھی گئی ہے جس میں حکمت اسلامی کی معاشرتی تعلیم کا ایک حسن نمایاں ہوتا ہے۔

اسلام سے قبل مرنے والے کے ترکے یا جائیداد میں غیر مستحقین کو بھی وارث تصور کیا جاتا تھا۔ جس سے حقیقی ورثا محروم ہو جاتے تھے۔ اسلام نے غیر وارثوں کے لئے ایک تہائی کی وصیت کو تو برقرار رکھا ہے مگر بقیہ جائیداد کے لئے کڑے شرعی قواعد مقرر کردیئے ہیں جن کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں۔ اس طرح سے متبنی اولاد اور احباب کے لئے وصیت اور ہبہ کی شکل تو قائم کی گئی ہے مگر انہیں مستقل میراث کے حقدار نہیں ٹھہرایا

گیا ہے۔

بعض معاشروں، ممالک اور قوموں میں اولاد میں سے بڑے بیٹے کا حق تو تسلیم کیا گیا ہے مگر دوسرے اعزاء کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے خانگی اور عائلی زندگی میں کئی نوعیت کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے رحم مادر میں موجود بچے کے ورثے کا حق بھی محفوظ کر دیا ہے۔ اس سے احترام آدم کی بہترین صورت پیدا کی گئی ہے۔ قواعد میراث میں چھوٹے بڑے، مرد و عورت حتیٰ کہ مفقود الخبر، ولد الزنا، ولد الملاعنہ اور خنثیٰ کی میراث کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے۔

احکام میراث کے اس عمل سے صدیوں سے اسلامی معاشرہ ایک مستحکم خاندانی نظام میں پرویا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس سے کسی معاشرے اور ریاست میں معاشی حسن بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ احکام میراث سے جاگیرداری نظام کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ نیز ارتکاز دولت کے رجحانات بھی کمزور پڑتے ہیں۔ وراثت اور ترکے کی تقسیم سے چھوٹے یونٹ وجود میں آتے ہیں جس سے پیدائش کے عمل میں افزائش اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ قواعد گردش دولت کو وجود میں لاتے ہیں جس سے قوم اور ملک کے مجموعی معاشی عمل میں قوت اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی میراث کے ذریعے معاشرتی استحکام اور تہذیبی اور تمدنی عروج بھی نصیب ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت نے موانع میراث کی جو تفصیل پیش کی ہے، اس سے اس ضابطے کے مزید حکیمانہ پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ شریعت نے جہاں حقداروں کے حصوں کا تعین کر دیا وہاں پر غلاموں، ناحق قتل عمد اور شبہ عمد کا ارتکاب کرنے والوں، اختلاف مذہب، اختلاف مملکت، ارتداد اور اشتباہ وارث و مورث کی صورت میں جائز حصہ داروں کو بھی وراثت سے محروم کر دیا ہے۔

اسلام کے ان احکام میراث کا علم ایک مسلمان اور اسلامی ریاست کے ذمہ داران کے لئے ناگزیر ہے بعض اوقات اپنی لاعلمی کے باعث ہم میراث کے شرعی حقداروں کو محروم کر دیتے ہیں۔ نافرمان اولاد کو عاق تو کیا جا سکتا ہے مگر متوفی کے ترکے سے انہیں محروم نہیں کیا جا سکتا۔ مختلف بیویوں سے اولاد کی کمی بیشی کی صورت میں بھی قواعد میراث میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ہمارے ہاں عموماً عورتوں کی وفات پر ان کے ترکے کو تقسیم کرنے کا مزاج اور رواج نہیں ہے۔ نیز ہم ترکے میں کسی متوفی سے متعلقہ تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ یا گھریلو ساز و سامان کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ یتیم پوتے کی وراثت کے موضوع پر ہم شریعت کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہوتے حالانکہ دادا یا دادی ان کیلئے ہبہ یا وصیت کا پورا پورا استحقاق رکھتے ہیں۔ بعض قوموں میں نسلی تعصب کے باعث بیٹا یا بیٹی اگر کسی دوسری قوم میں شادی کر لے تو ہم اس کو ترکے سے محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں۔

اس مضمون میں ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ مسئلہ میراث کی شرعی اہمیت کے پیش نظر اس کے مختلف پہلوؤں پر مختصراً روشنی ڈال دی جائے۔ اسلام میں ترکے کی نوعیت، مستحقین میراث کی تفصیل، موانعات میراث اور احکام وراثت سے بے خبری کے نتائج پر یہاں اجمالاً گفتگو کی گئی ہے۔ جس سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کا یہ وراثتی نظام اور اس کی تعلیم کس قدر عظیم الشان خصوصیات اور امتیازات کی حامل ہے۔ حق تعالیٰ ہمیں احکام وراثت کو سمجھنے اور اس کے موافق عمل کر کے اپنے معاشرے، تمدن اور خاندانی نظام کو مستحکم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہر ایک چرواہے کا وظیفہ

جب عہد فاروقیؓ میں بحرین، بصرہ، کوفہ و دمشق، شام وغیرہ سے اموال کی کثرت ہوئی تو حضرت عمرؓ نے بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ چنانچہ جب بحرین سے حضرت ابوہریرہؓ پانچ لاکھ درہم لے کر دربار فاروقی میں شام کے وقت پہنچے اور فاروق اعظم کو رات ہی سپرد کرنے لگے تو پوچھا یہ کتنی رقم ہے؟ انہوں نے کہا "پانچ لاکھ" پوچھا جانتے ہو پانچ لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ جواب دیا ہاں! ایک لاکھ، پھر ایک لاکھ، اسی طرح پانچ مرتبہ شمار کیا۔ فاروق اعظمؓ نے کہا۔ "تم اس وقت اونگھ رہے ہو نیند کا غلبہ ہے، صبح آنا" جب صبح کو پہنچے اور پھر یہی مقدار بتائی تو فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو ایک ایک چرواہے تک کیلئے بیت المال سے وظیفہ جاری کر دوں گا۔

(کتاب الخراج ص ۵۵)